اسلام کامشاورتی نظام/شوریٰ کی شرعی حیثیت

Consultative system of Islam/Sharia status of Shura

1. Abdul Salam Tunio	2. Muswar Sikandar Makol
Lecturer in Govt Arts and Commerce college Larkana	P.hd Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, University of Sindh jamshoro, Sindh.
Email: asalamtunio1988@gmail.com	**Email:** musawarsikandar@gmail.com

3. Ferkhanda Yasmeen Sahar

Ph.D. scholar . University of Sindh Jamshoro . Head mistress Government Girls Lower Secondary school Pattar . Tando Muhammad khan .

Sunrise3820@yahoo.com

To cite this article:

1.. Abdul Salam Tunio 2.. Muswar Sikandar Makol

3. Ferkhanda Yasmeen Sahar , July – Dec (2023) Urdu

اسلام کامشاورتی نظام/شوریٰ کی شرعی حیثیت

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2),117-129 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

اسلام کا مشاورتی نظام/شوریٰ کی شرعی حیثیت

Consultative system of Islam/Sharia status of Shura

Abstract

Islam is a perfect religion and a complete system of life, it guides humanity in all areas of life, where Islam emphasizes the reformation of the individual in individual life, it lays down the golden principles of collective life, in the Islamic system of life, where worship is important, there are matters Islam is a perfect religion and a complete system of life, leading the way for humanity in all areas of life. Where Islam emphasizes the reformation of the individual in individual life, it lays down the golden principles of collective life. In the Islamic system of life, where the importance of worship is there, where matters, society and ethics also have the first rank.

Just as Islam has its own system of economy and its economic principles, in the same way Islam has its own system of politics and government. It is a perfect code of life which not only informs man about the rules and manners of economy and society, but also teaches them the principles of transparent governance if its followers get power in any part of the earth.

Counseling and consultation system and atmosphere are among the distinctions of Islam and Allah Almighty has mentioned this in the Holy Qur'an among the characteristics of Muslims. Throughout his life, it was the custom of the Messenger of Allah that most of the Companions used to consult with the Companions, may Allah bless him and grant him peace, in matters that faced them, and in those matters in which revelation was not revealed, they used to make their decisions with mutual consultation. Twenty incidents of such counseling are mentioned in the hadiths, out of which I am mentioning two so that the Prophet's (PBUH) message on the need for counseling and its importance and status may come before us.

There are many other sayings and incidents of the Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him) with reference to the importance of consultation and the implementation of a consultative decision, which means that mutual consultation is a prominent feature of Muslims and an important part of the collective system of Islam. Whose blessings and fruits and logical consequences are clear? The decisions of the Caliphs were often based on consultation and even today this is the safe and blessed path for us.

KEY WORDS: Humanity, Reformation, Counseling, consultation, Blessings.

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ کرتا ہے، چاہے اس کا تعلق سیاست سے ہو، معاشرت سے ہو یا اخلاق سے ہو، انسان اس دنیا میں اللہ کا نائب ہے جیسا کہ قران پاک میں ارشاد ہے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ"[1] اور یہ عہدہ ملنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ صرف اپنے اوپر بلکہ دوسروں پر بھی نافذ کرے۔

شوریٰ اسلام کی سب سے اہم اور بنیادی اقدار میں سے ایک ہے۔ یہ ایک آفاقی اور ہمہ گیر قدر ہے جس کا انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو سے گہرا تعلق ہے، چاہے وہ انفرادی زندگی ہو یا خاندانی، سماجی، معاشی اور سیاسی۔ شورائیت دراصل ایک انسانی اور فطری قدر بھی ہے، چنانچہ اس کا وجود ہر ثقافت، ہر قوم اور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے شورائیت کو ایک مذہبی فریضہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ گویا اب یہ محض صوابدید کا معاملہ نہیں رہا بلکہ یہ ایک لازمی فرض بن گیا ہے۔

عربی زبان میں شوریٰ کا معنی اشارہ کرنا، مشورہ کرنا، رائے کا اظہار کرنا اور غور وخوض کرنا ہے، جیسے کہا جاتا ہے "تَرَکَ عُمَرُ الخِلَافَۃَ شَوریٰ" "یعنی حضرت عمر نے مسئلہ خلافت کو باہم مشورہ کے لیے چھوڑ دیا" عربی لغت میں چھتے سے شہد نکالنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، مثال کے طور پر "شَارَ العَسَلُ" "اس نے چھتے سے شہد نچوڑ لیا" اس عمل کو شوریٰ کہتے ہیں۔[2]

شہد کے چھتے سے شہد نکالا جائے تو ایسا لگتا ہے جیسے ہزاروں مکھیاں ہزاروں پھولوں کے پاس جا کر ہزار قسم کا رس چوستی ہیں، ایک پھول میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے، دوسرے میں دوسری قسم کی خوشبو ہوتی ہے۔ ایک پھول میں ایک قسم کے طبّی فائدے ہیں، دوسرے پھول میں دوسری قسم کے فائدے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک پھول میں ایک قسم کی شفاء رکھی ہے اور دوسرے میں دوسری قسم کی شفاء رکھی ہے۔ یہ ہزاروں مکھیاں ہزاروں قسم کے رس چوستی ہیں اور پھر سب مل کر شہد بناتی ہیں۔ یہ سب مل کر ایک اجتماعی رزق بن جاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی ہے۔

گویا اس لفظ کے استعمال سے جو پیغام ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جب شوریٰ کا عمل اختیار کرو تو ایسے اقدامات اور طریقہ کار اختیار کرو کہ ہر فرد ایک ایک کر کے وہ حکمت حاصل کرے اور پھر تمام انفرادی حکمتوں کو قومی اور قومی بنادے۔ قومی علاج اس طرح کہ پوری امت کی رہنمائی کرتا ہے۔[3]

شوریٰ کا اصل مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ جماعتی نوعیت کے ان مسائل کا فیصلہ کرے جن کی قرآن وسنت میں واضح طور پر صراحت نہیں ہے۔ زندگی میں اکثر مسائل انسان کو پیش آتے ہیں، جس میں وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی نظر دونوں طرف ہوتی ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں، وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے کون سا عمل اچھا اور ہدایت ہے؟ تصادم کی اس صورت حال میں شریعت نے ہدایت کی ہے کہ ایسے تمام مواقع پر فیصلہ کرنے اور اپنی عقل و دانش پر بھروسہ کرنے کے بجائے متعلقہ کام میں ماہرین اور ہمدردوں اور متعلقہ افراد کی رائے لی جائے، پھر باہمی طور پر غور و فکر کے بعد اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دل جس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے اسے "مشورہ" کہتے ہیں۔

صالح، کامیاب اور پرامن زندگی گزارنے کے لیے مشورہ کا نظام اپنانا بہت ضروری ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ نصیحت ایک رحمت، برکت، عروج اور برکت ہے اور اس میں کوئی نقصان یا رسوائی نہیں ہے۔

---

[1] القرآن 2 : 30

Al-Quran 2:30

[2]. عبدالحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 1999ع، ص431

Abdul Hafeez,Abual Fazal,Misbah Allaghat,Maktaba Qudoosia,Lahore,1999A.H pg 431

[3]. محموداحمد، محاضرات فقہ، مکتبہ فیصل، لاہور، 2005ع، ص380

Mehmood Ahmed,Muhazrat Fiqah Faisal Lahore,2004A.H 308

مشورے کو مسلمانوں کا وصف خاص قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" "مومن وہ ہیں جو اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ان کے اعمال ایک دوسرے کی نصیحت سے چلتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔"[4]

ان کے درمیان اس آیت میں مسلمانوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، اس میں باہمی مشورے کی صفت بھی ہے، یعنی کسی اہم مسئلہ کو باہمی رائے سے حل کرنا، کمال اور پختہ ایمان مسلمانوں کی صفات ہیں، اطاعت الٰہی اور نماز میں استقامت، مسئلہ۔اس کے ساتھ مشاورت کا بیان ہے جس سے اس کی غیر معمولی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، شاید اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً خلفائے راشدین نے مشاورت اور باہمی مشورے کو اپنا معمول بنایا تھا۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ جب انسان اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے، ناکام ہو جاتا ہے تو بہت سی زبانیں لعن طعن کرنے لگتی ہیں، ملامتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر بڑی ذلت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی عمل نصیحت کے بعد کیا جائے تو وہ عموماً ناکام نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نصیحت کی برکت سے نیکی کا راستہ کھول دیتا ہے۔اور اگر فیصلہ تقدیر کے سبب، مشورے کے تحت کیا جانے والا کام مفید اور نتیجہ خیز نہ ہوسکے تو عوام کے سامنے کوئی شرمندگی نہیں کیونکہ اس میں نہ صرف اس کی عقل اور فکر شامل ہے بلکہ فن کے مختلف ماہرین اور ماہرین کی آراء اور حکمتیں شامل ہیں، جن پر الزام لگانا چاہیے اور الزام لگانے والا بھی اپنی رائے کے درست ہونے کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

شورائیت کو دو اہم زاویوں سے دیکھنا چاہیے۔ایک شورائیت بطور ثقافت اور دوسری شورائیت بطور نظام۔

جب حکمت ثقافت بن جاتی ہے تو اس کا تعلق لوگوں کی انفرادی زندگی، خاندانی اور اجتماعی زندگی، طرز فکر، علم وادراک کی جدوجہد، اجتہاد کی کوشش، مذہبی فہم وادراک وغیرہ سے ہوتا ہے۔ گویا شورائیت ایک سوچ اور عمل یا طرز زندگی بن گئی ہے۔ دوسری طرف جب شریعت کو کسی نظام میں شامل کیا جاتا ہے تو یہ سیاست کا موضوع بن جاتا ہے۔تاہم، شورائیت کے نظام کی کامیابی کے لیے اسے ایک ثقافت کے طور پر قائم اور مستحکم ہونا ضروری ہے۔

مشورہ کی اہمیت وضرورت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ جاری تھا اور بظاہر آپ کو نصیحت کی ضرورت نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہی تھا کہ "وشاورھم فی الامر.[5] یعنی تم مشورہ کرتے رہو اپنے معاملات میں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر یہ عادت رہی کہ اکثر صحابہ کرام ان مسائل میں اور جن معاملات میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے فیصلے باہمی مشاورت سے کرتے تھے۔ احادیث میں اس قسم کے مشورے کی بیس صورتیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے چند صورتوں کا ذکر اس لیے کیا جاتا ہے کہ مشورہ کی ضرورت اور اس کی اہمیت و حیثیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہمارے سامنے آجائے۔

جنگ بدر اسلام کے لیے ایک فیصلہ کن جنگ تھی جس کے بعد دو مسائل پیدا ہوئے۔ایک یہ کہ جنگ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کا کیا کیا جائے؟ سابقہ شریعتوں میں جہاد سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو استعمال کرنا درست نہیں تھا اور اسے کھلے میدان میں جمع کرکے جلا دیا جاتا تھا۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "احلت لی الغنائم "یعنی مجھے جو امتیازات عطا کیے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ غنیمت میرے لیے یعنی امت مسلمہ کے لیے

---

[4] القرآن38 : 26

Al-Quran 38: 26

[5] القرآن 3:159

Al-Quran 3:159

حلال کر دی گئی ہے اور اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب بدر کے موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا تو قرآن مجید کی آیات وحی کے طور پر نازل ہوئیں کہ پانچواں حصہ بیت المال کے لیے مختص کیا جائے اور باقی مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کیا جائے[6]

دوسرا مسئلہ جنگی قیدیوں کا تھا کہ بدر میں ستر آدمی قید تھے، اس کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاورت سے کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ بحث و تجزیے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قیدیوں کو فدیہ دے کر رہا کر دیا گیا۔

اس فیصلے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیات 67،68،69 میں تنبیہ کی کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جانا چاہیے۔ یہ آیات حضرت عمر کے موافق سمجھی جاتی ہیں، یعنی مبارک آیات میں حضرت عمر کے ایک قول کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ انتباہ کے باوجود جو فیصلہ مشورے میں کیا گیا تھا اس پر عمل کیا گیا، اسے تبدیل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا"فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا"[7] یعنی جو مال حاصل ہوا ہے وہ حلال اور طیب ہے، اسے کھاؤ۔ اس سے مشورے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ مشورہ میں جو فیصلہ کیا جائے، چاہے وہ ناپسندیدہ ہی کیوں نہ ہو، اس پر عمل کیا جائے۔

تیسرا واقعہ جنگ احد کا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قریش کی فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے مکہ سے نکل گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مسجد میں جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ہمیں یا تو مدینہ کے اندر دفاعی جنگ لڑنی چاہیے یا کھلے عام میدان میں لڑنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ میں رہنے اور دفاعی جنگ لڑنے کی رائے دی، لیکن چونکہ مشاورت ہوئی، اس لیے جو لوگ میدان میں اترنے اور کھلے مقابلے کے حق میں تھے، مجلس نے ان کی رائے مان لی اور مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ ہوا کہ میدان میں ان کا مقابلہ قریش کے لشکر سے ہو گا۔

لیکن اس کے بعد جب میدان جنگ میں جانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے کہ کھلے میدان میں نہ نکلیں تو پھر ہم نے اس کے خلاف رائے دے کر غلطی کی۔ اس لیے ہمیں اپنی رائے واپس لینی چاہیے۔ چنانچہ وہ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی رائے پر افسوس کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ ہم اپنی رائے واپس لے لیں، کہ آپ مدینے سے نکل کر لڑنے کا فیصلہ واپس لیں۔

جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی ہتھیار ڈالنے کے بعد لڑے بغیر نہیں اتارتے، اس کا مطلب یہ تھا کہ جو فیصلہ مشاورت سے ہو گا اس پر عمل ہو گا اور اسی کے مطابق وہ اپنا لشکر لے کر جائیں گے۔ آپ ﷺ مدینہ سے باہر احد کے دامن میں گئے اور جنگ کی۔ یہ واقعہ بھی سکھاتا ہے کہ مشورہ میں جو بھی فیصلہ کیا جائے اس پر عمل کیا جائے اور فیصلہ ہونے کے بعد اگر کسی کی رائے بدل جائے تو اس کا فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[8]

مشورے کی اہمیت اور مشاورتی فیصلے کے نفاذ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی بہت سے اقوال اور واقعات ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ باہمی مشاورت مسلمانوں کی ایک نمایاں خصوصیت اور ایک اہم چیز ہے۔ اسلام کے اجتماعی نظام کا حصہ ہے جس کی برکات اور ثمرات اور منطقی نتائج واضح ہیں۔ خلفائے راشدین کے فیصلے اکثر مشاورت پر ہوتے تھے اور آج بھی یہی ہمارے لیے محفوظ اور بابرکت راستہ ہے۔

---

[6] القرآن 8 : 41

Al-Quran 8 : 41

[7] القرآن 8 : 69

Al-Quran 8 : 69

[8]. محمد جمال ،جمالین فی شرح جلالین، مکتبہ زمزم، کراچی، 562، 2011

مشورہ کہاں اور کن چیزوں میں کیا جائے؟

اس مسئلہ کے متعلق یہ یادرکھنا چاہیے کہ جن امور میں شریعت کا فیصلہ واضح ہے کہ یہ چیز فرض ہے یا واجب ہے یا حرام یا مکروہ ہے، ان معاملات میں مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں؛ بلکہ جائز بھی نہیں ہے، جیسے کوئی آدمی یہ مشورہ کرے کہ نماز پڑھے یا نہیں، زکوٰۃ دے یا نہیں، حج کرے یا نہیں، ان چیزوں میں مشورہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ان کے لیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم متعین ہے کہ ان کا کرنا ہر صورت میں ضروری ہے یا اسی طرح جن چیزوں کو شریعت نے منع کیا ہے، جیسے زناکاری، شراب نوشی، ڈاکہ زنی وغیرہ ان میں بھی مشورہ کی حاجت نہیں، ان سے تو بہر حال رکنا لازمی ہے، البتہ طریق کار کے بارے میں مشورہ کیا جاسکتا ہے، جیسے حج میں جانے کے لیے مختلف راستے ہیں، بعض پُر اَمن ہیں اور بعض میں خطرہ ہے، تو اس موقع پر تجربہ کار افراد کی رائے معلوم کی جاسکتی ہے کہ ان مختلف راستوں میں اس کے لیے کون سا راستہ بہتر ہوگا، یا اسی طرح ایک شخص مریض ہے اس کو تردد ہے کہ مجھ کو اس حالت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں، اس بارے میں اطباء یا تجربہ کاروں سے مشورہ کر سکتا ہے، اسی طرح وہ احکام و مسائل جن کے بارے میں قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ یا سلف کی کتابوں میں کوئی صراحت نہیں ہے، جدید اور نئے زمانہ سے ان کا تعلق ہے۔ ان میں مشورہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ اربابِ فقہ اور صاحبِ نظر علمائے دین سے ان کے بارے میں پوچھنا اور حکمِ شرعی معلوم کرنا واجب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم صراحتاً قرآن میں نازل نہیں ہوا اور آپ ﷺ سے بھی اس کے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو تو ہم کیا کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے کام کے لیے اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار فقہا کو جمع کرو اور ان کے مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو، کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔[9]

مذہبی معاملات کے ساتھ ساتھ معاشی، معاشرتی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات میں بھی مشورہ لینا چاہیے، جہاں شریعت، عقل اور عادت کے لحاظ سے ایک خاص پہلو ہے اور اسی میں ہی فائدہ ہوگا، جیسا کہ بھوک اور پیاس کی حالت میں کھانا کھانا یا پانی پینا فطری ہے، کسی سے مشورہ کر کے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے بھوک لگی ہے یا نہیں۔ عام حالات میں یہ سوال لغو ہے، ہاں بیماری کے وقت یا اس کے ذرائع اور طریقوں کے بارے میں مشورہ کرنا مناسب یا ضروری ہوگا یا مختلف کھانوں اور مشروبات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے سے خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

آیئے یہاں اس پہلو کو بھی دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی ہے، لیکن اپنی رحمتِ عامہ کی وجہ سے چند مخصوص جگہوں کے علاوہ کسی شخص کو محدود نہیں رکھا تا کہ وہ بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کر سکے۔ بعض اوقات اہم معاملات پیش آتے ہیں اور ایک تجربہ کار شخص جانتا ہے کہ ان کا انتظام اور حل کیسے کیا جائے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر وہ کسی عقلمند اور علم والے سے مشورہ کرے تو اس کے سوا کوئی راستہ اسے نہیں دکھایا جاسکتا، اس صورت میں اگر وہ بغیر مشورے کے کام کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح معاملات اور منافع کی نوعیت اور خطرات کی عظمت و قدر اور نصیحت کی قوت و کمزوری کے اعتبار سے منظوری کی ترتیب میں فرق ہوگا۔ بعض صورتوں میں مشورہ بہت اہم اور ضروری ہوگا اور بعض صورتوں میں ترجیح کی حیثیت میں رہے گا۔ بہر حال وہ معاملات جن میں شریعت کی رو سے کوئی پہلو متعین نہ ہو، عقلی، رواجی طور پر، اور جس میں مختلف پہلوؤں سے خطرات اور منافع کا امکان ہو، یعنی نتائج مبہم اور پوشیدہ ہوں، مشاورت کو معمول بنالینا چاہیے۔ سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اس میں ہزار فائدے ہیں، اہل علم اور نصیحت کے پابند لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

شوریٰ کے متعلق قرآن پاک سے دلائل:

چنانچہ قرآن کریم میں شورائیت کے حوالے سے تین آیات ہیں جن میں لفظ شورائیت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوا ہے اور ان آیات کو عموماً شورائیت کی اصل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

[9] . عثمانی، محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی، 2005ع، ص220

1-سورہ بقرہ میں ہے کہ "فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"[10](پھر اگر وہ دونوں (میاں بیوی) آپس کی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے)۔

2-سورۃ ال عمران میں ہے کہ "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ان اللّٰه يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِين" [11](اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو پھر جب تمھارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسا کرو)۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی امور دنیا اور معاملاتِ حکومت میں اہل اسلام سے مشورہ لینے اور کثرت رائے کا احترام کرنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ ﷺ کسی سے مشورے کے محتاج نہ تھے۔ لیکن اُمت کے لیے ایک اسوہ اور سنت قائم کرنا مقصود تھا۔

3-سورۃ شوریٰ میں ہے کہ "وَأَمْرُهُمْ شُورىٰ بَيْنَهُمْ" [12](ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں)۔ گویا اہل اسلام کا ہر معاملہ باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔ یہ مکی سورۃ ہے اور مکہ میں اسلامی ریاست ابھی تک وجود میں نہیں آئی تھی اس لیے اہل اسلام کو ہر معاملے اور ہر بات میں باہمی مشورہ کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ایک منفرد معاشرہ قائم کرنے اور اسے چلانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرلیں۔ یہ بات اسلام میں شوریٰ اور افہام و تفہیم کی اہمیت کی دلیل ہے۔

ان چند آیات میں شورائیت کے مختلف پہلوؤں کو نہایت معنی خیز انداز اور اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

شوریٰ کی پہلی اور اہم ترین قرآنی آیت حضرت آدم کی تخلیق کا قصہ ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ کے شروع میں کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے آدم کی تخلیق کے بارے میں مشورہ کرتا ہے۔ اس کا بنیادی سبق یہ ہے کہ آدم کی تخلیق ایک مشورہ کے ساتھ کی گئی ہے تاکہ یہ بنی آدم کی اصل بن جائے اور بنی نوع انسان کے تمام مسائل اسی مشاورتی اصول پر حل ہو جائیں۔

مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں "شوریٰ" نام کی ایک سورت ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

ارشاد ربانی ہے " وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۔ "[13]

(اور شریک مشورہ رکھو ان کو ایسے (اہم اور اجتماعی) کاموں میں، پھر جب آپ (کسی معاملے میں) پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کر (کے اس میں لگ) جاؤ، بے شک اللہ محبت رکھتا (اور پسند فرماتا) ہے ایسے بھروسہ کرنے والوں کو)۔ "ابن جریر طبری، امام جصاص حنفی، امام بغوی، ابن جوزی، رازی، قرطبیؒ، ابن کثیر، آلوسیؒ نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مشورہ لینے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ امت کے لیے شورائیت کی سنت قائم ہو جائے۔[14]

---

10. القرآن 2: 233
Al-Quran 2 : 233

11. القرآن 3: 159
Al-Quran 3 : 159

12. القرآن 26 : 38
Al-Quran 26 : 38

13. القرآن 3: 159
Al-Quran3: 159

14. رحمان گوہر، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القران، مردان، 2017، ص 287

شوریٰ کے متعلق احادیث مبارکہ سے دلائل:

سنت نبوی میں شورائیت پر غیر معمولی تاکید نظر آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی شورائیت کے حوالے سے ایسی تربیت کر دی تھی کہ وہ بلا جھجک آپ ﷺ سے پوچھ بھی لیا کرتے تھے کہ اگر یہ حکم وحی کے ذریعے نہ آیا ہو تو اور اللہ کے رسول ﷺ اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور بیشتر اوقات پیش کردہ رائے کو قبول بھی کرتے۔ بڑے معاملات ہوں یا چھوٹے آپ ﷺ مشورے کا اہتمام ضرور کرتے۔ نماز کے لیے لوگوں کو بلانے کا مناسب طریقہ طے کرنا ہو یا پھر ہجرت اور جنگ و صلح کے مسائل طئے کرنے ہوں مشورے کی بہترین مثالیں ہر طرف نظر آتی ہیں۔ خلفاء راشدین کا زمانہ بھی شورائیت کے حوالے سے ایک مثالی اور قابل تقلید زمانہ ہے۔ اس زمانے میں بھی عام طور پر شورائیت عام کلچر کا ایسا حصہ بن چکی تھی کہ ان کا زمانہ ہر پہلو سے شورائیت کا مثالی زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں سماج اور ریاست کے تمام افراد چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہر کوئی ہر سطح پر برابری اور آزادی کے ساتھ شورائیت کے عمل میں شامل تھا۔

1۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں "میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو"[15]

2۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب تمھارے حکمران تم میں سے بہتر لوگ ہوں اور تمھارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمھارے معاملات باہمی مشورے سے طے کیے جاتے ہوں تو زمین کی پیٹھ تمھارے لیے اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔[16]

3۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا خود پسند شخص کبھی سعید نہیں ہو سکتا "[17]

1۔ شورائے اذان سن اھ:

"انس بن مالکؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مدنی دور کے آغاز میں لوگ نماز کے اوقات اپنے اپنے اندازے سے متعین کرتے تھے ایک روز اس کے لیے مشورہ کیا گیا کسی نے یہود کے بوق (سینگ) کی تجویز پیش کی، اور کسی نے نصاریٰ کے ناقوس (چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارنا) کی، مگر حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی کہ ایک شخص کو مقرر کیا جائے جو نماز کے اوقات میں بلند آواز سے لوگوں کو بلائے، چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اسکام پر حضرت بلالؓ کو مقرر فرمایا" [18]

حضرت بلال بلند آواز سے یہ کلمات فرمایا کرتے تھے بعد میں عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان کے مروجہ الفاظ سے اور پھر آپ ﷺ نے انہی کلمات کے ساتھ اذان دینے کا حکم دیا۔

Rehman,Gohar,Islami Siyasat,Maktab Tafheem Alqran,Mardan,2017AH,pg287

15 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، باب ماجاء فی المشورۃ، حدیث نمبر 1674، ترمذی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ج2، ص434

Tirmzi,Abu Essa Muhammad Bin Essa,Imam,Jamia Tirmzi,bab Maja fe Almashoorat , Hadees No 1674,Tirmzi,Maktab Rehmania,Lahore

16 ایضا، ابواب الفتن، ج،2، ص500

Ibid ,Abwab Alfitan, Vol 2 , pg 500

17 رحمان، گوہر، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القران، مردان، 2017، ص297

Rehman,Gohar,Islami Siyasat,Maktab Tafheem Alqran,Mardan,2017,pg297

18 رحمان، گوہر، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القران، مردان، 2017، ص291تا288-289

Rehman,Gohar,Islami Siyasat,Maktab Tafheem Alqran,Mardan,2017,pg291 & 288-289

2۔بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ سن ۲ھ :

جنگ بدر میں یہ مشورہ ہورہا تھا کہاں قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کی تجویز تھی یا قتل کر دیا جائے جیسا فاروق اعظمؓ کی تجویز تھی۔

3۔غزوہ احد کے بارے میں مشورہ سن ۳ھ :

غزوہ احد میں بھی یہ مشورہ ہورہا تھا کہشہر کے اندر مورچے بنائے جائیں جو کہ بعض اکابر صحابہ کی رائے تھی یا کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے جیسا کہنوجوانوں کی رائے تھی چنانچہ کوہ احد کے دامن میں (باہر نکل کر) محاذ قائم کیا۔

4۔شورائے خندق سن ۵ھ :

غزوہ خندق (احزاب) کے موقع پر مشورہ ہوا کہ باہر جا کر محاذ آرائی ہو یا شہر کے اندر مورچے ہوں، سلمان فارسیؓ نے خندقیں کھودنے کا مشورہ دیا اور یہ رائے پسند کی گئی۔[19]

اس کے متعلق مزید مثال مولانا گوہر رحمٰن کے کتاب اسلامی سیاست میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

شوریٰ کے بارے میں خلفائے راشدین کا طرز عمل:

خلافت راشدہ کے دور میں اہل علم کی مجلس شوریٰ موجود تھی جن سے مختلف امور اور غیر منصوص مسائل کے سلسلے میں مشورہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب تصفیہ طلب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو پہلے وہ اللہ کی کتاب میں دیکھتے اگر اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملتا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تلاش کرتے اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اگر خود تلاش نہ کر پاتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں ایسا فیصلہ فرمایا ہے اگر کسی طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ملتی تو اہل علم کے رؤساء کو جمع کر کے ان سے مشورہ چاہتے جب وہ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا بھی یہی طرز عمل تھا فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کتاب وسنت میں کوئی حکم نہ ملتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع فرماتے پھر مشورہ و اجتہاد کرتے تھے۔[20]

حضرت عمر کی مجلس شوری کے ارکان علوم قرانیہ کے ماہرین ہوا کرتے تھے۔ حضرت عثماننے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہکتاب وسنت کے بعد میں اس فیصلے کا پابند ہوں گا جس پر تمھارا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔

اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عراق کی زمین کی تقسیم و تنظیم کا مسئلہ کہاسکو فوجیوں میں تقسیمکر دیا جائے یا انہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے دونوں قسم کی آراء موجود تھیں اور کئی دن تک مشورہ ہوتا رہا۔[21]

حضرت عثمانؓ نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا "کہ کتاب وسنت کے بعد میں اس فیصلے کا پابند رہوں گا جس پر تمہارا اتفاق رائے ہو چکا ہو"[22]

---

[19] رحمان، گوہر، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القران، مردان، 2017، ص 291 تا 289
Rehman,Gohar,Islami Siyasat,Maktab Tafheem Alqran,Mardan,2017,pg289 to 291

[20] امینی، تقی، اجتہاد کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص 44
Ameeni Taqi,Ajhatad ka Targhi Pas Manzar,Qadeemi KutabKhana Karachi,pg44

[21] ایضا ص 47
Ibid on Pg 47

[22] رحمان، گوہر، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القران، مردان، 2017، ص 300
Rehman,Gohar,Islami Siyasat,Maktab Tafheem Alqran,Mardan,2017,pg 300

کن لوگوں سے مشورہ کیا جائے؟

مشورہ ایک امانت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "المستشار مؤتمن "[23] جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ معتمد ہوتا ہے "۔

ارشاد ربانی ہے "اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهۡلِهَا "[24] بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے (اے ایمان والو) کہ تم حوالے کرو امانتوں کو ان کے حقداروں کے "۔

مجلس شوریٰ کا رکن بننے کے لیے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1۔ایمان:

اسلامی ریاست کی مجلس شوریٰ کا کام اسلامی قوانین کی تشریح و توضیح کرنا بھی ہے، نئے مسائل میں اجتہاد کرنا بھی ہے اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے اقدامات کا سوچنا بھی ہے تو جو شخص سرے سے اسلام پر عقیدہ ہی نہ رکھتا ہو تو اسے اہم ترین ذمہ داری کیسے دی جاسکتی ہے؟

2۔فقاہت:

اسلامی ریاست کا اصل ماخذ کتاب وسنت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ارکان کتاب وسنت اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں گہری فہم وبصیرت رکھتے ہوں۔

3۔عدالت ودیانت:

قرآن کریم میں فساق وفجار کی کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے، فاسق وفاجر شخص جب گواہ اور منصف نہیں ہو سکتا تو قانون ساز ادارے کا رکن کیسے بن سکتا ہے؟ جو شخص نماز، روزہ کا پابند نہ ہو، فحاشی اور اخلاقی جرائم کا عادی ہو، وہ مسلمانوں کا معتمد نہیں بن سکتا اور نہ ہی خلوص نیت سے مشورہ دے سکتا ہے، اس لیے مجلس شوریٰ کے ارکان میں عدل ودیانت تلاش کرنا ضروری ہے۔

4۔عاقل وبالغ ہونا:

اگر ذہنی مریض اور نابالغ اپنی جائیداد میں تصرف نہیں کر سکتا تو وہ قومی معاملات کا ذمہ دار کیسے ہو سکتا ہے؟

5۔امت مسلمہ کا معتمد ہونا:

مندرجہ بالا صفات کے حامل بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں اور ان سب کو جمع کرنا مشکل ہے، لہٰذا مندرجہ بالا صفات کے ساتھ ساتھ ان ارکان پر بھی جمہور مسلمانوں کا اعتماد ہونا چاہیے تاکہ وہ دوسروں پر فوقیت حاصل کریں۔

6۔عرف عام سے باخبر ہونا:

در اصل عرف اور رواج شریعت میں معتبر ہے اور غیر منصوس امور میں عرف وعادت (رسم ورواج)پر فیصلے کا دارومدار ہوتا ہے۔

مشاورت کے طریقے:

مشاورت کے بہت سارے طریقے ہیں ان میں ذیل کے طریقے قابل ذکر ہیں:

---

[23] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، باب ماجاء ان المستشار مؤتمن، حدیث نمبر 2776، ترمذی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور, ج2، ص571
Tirmzi,Abu Essa Muhammad Bin Essa,Imam,Jamia Tirmzi,bab maja in-almastshar Mutman,Hadees No 2776,Tirmzi,Maktab Rehmania,Lahore J2 pg571

[24] القرآن 4 : 58
Al-Quran 4 : 58

1-یک جہتی پیدا کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد کو اُس کے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔

2-ماحول کی تبدیلی: فرد کے ماحول کو تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ ایک بدلے ہوئے ماحول میں انسان اپنے لیے آسانی محسوس کرتا ہے۔

3-مناسب مہارتوں کا حصول: مشورہ لینے والے کی کمزوریوں کی نشان دہی کر کے انھیں دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

4-رویے میں تبدیلی: مشورہ طلب کرنے والے فرد کے رویے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور پھر اسے اپنے رویے میں مناسب تبدیلی لانے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

5-انٹرویو: یہ مشورے کی ایک اہم تکنیک ہے۔ اس کی بدولت فرد سے روبرو گفتگو کی جاتی ہے اور ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اندرونی کیفیت کا خود بخود اظہار کرتا چلا جائے۔ انٹرویو کے دوران دوستانہ فضا قائم ہو اور ہر قسم کی معلومات کو محفوظ رکھا جائے اور آخر میں نتیجہ اخذ کر کے درپیش معاملے کا حل تجویز کیا جاتا ہے۔

مشورہ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس تفصیلی جائزے سے یہ بات بخوبی اجاگر ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں اس کی مضبوط روایت رہی ہے۔ یہ مسلمانوں کی ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔ ایک جمہوری معاشرے کی روح بھی مشاورت میں ہے نہ کہ آمریت میں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مضبوط روایت اور قدر کو آگے بڑھایا جائے۔ مشورہ محض رسم بن کر نہ رہ جائے بلکہ ایک فرد کی ذاتی زندگی خاندان اداروں، تنظیموں اور جماعتوں سے لے کر اقتدار اعلیٰ تک تمام امور میں اس روایت اور قدر کو ملحوظ رکھا جائے تاکہ یہ ایک معاشرتی چلن بن جائے۔ آمریت کے بجائے مشاورت فروغ پائے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی اگر مشورے کے ان مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو بہت سی پیچیدہ الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے اور زندگی آسان اور پُر مسرت ہو سکتی ہے۔

خلاصہ

کلکم مسئولہ آپ نے یہ بھی واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ کلکم مسئولہ، ہر انسان سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ سوال دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی پروردگار عالم بھی ہر انسان سے محاسبہ فرمائے گا۔ اور بندگان خدا بھی اپنی اپنی حدود میں رہتے ہوئے یہ محاسبہ کریں گے۔ غلام کا محاسبہ آقا کرے گا۔ عورت سے محاسبہ اس کا شوہر کرے گا۔ اور ماتحت اولوالامر سے محاسبہ، ان سے بالادست اولوالامر کریں گے۔ اور جو سب سے بڑی طاقت یعنی امیر لفظ شوری المومنین ہے۔ اس سے محاسبہ عوامی طاقت یا عوامی نمائندے مجلس اولوالامر کے میمبران کریں گے۔

مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ مشورہ کی صلاحیت رکھنے والے ایک سے زائد افراد کسی ایسے معاملہ میں جس کے حسن و قبح کے بارے میں دو رائے ہو سکتی ہوں یکجا بھیٹکر غور و فکر کریں اور ایک دوسرے کے علم، تجربہ، عقل اور قوت استنتاج ست استفادہ کریں۔

پیغمبران عالی مقام کے علاوہ جنھیں وحی خداوندی کی بنیاد پر دوسرے انسان عقل و شعور سے استفادے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے کسی بھی مفکر اور کسی بھی دانشور کو مشورے کے نتیجہ خیز عمل سے بے نیاز نہیں سمجھا جاسکتا، شور کا مادہ اگرچھتہ سے شہد نچوڑنے کے معنی میں مستعمل ہے تو مشورہ بھی افکار انسانی کے جمع کردہ مفید ترین تجربات ہی کو نچوڑنے کا مفید اور شیرین عمل ہے۔

مشورہ کا عمل غور و فکر کے سمندر میں غواصی سے کم نہیں ہے، عقل انسان کی وسعتوں کا احاطہ دشوار ہے اس لیے جب کوئی تنقیح طلب مسئلہ ،ارباب شوریٰ کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ خدا کی عطا کردہ علم کی گہرائی میں غواصی کرتے ہیں اور وہاں سے وہ آبدار موتی نکال کر لاتے ہیں جس انسانیت کا حریم زندگانی منور ہو جاتا ہے مشورہ علم و فن کی فضائے بسیط میں، عقاب فکر و شعور کی اس کامیاب پرواز کا نام ہے جس کی گرفت سے مسائل کا کوئی مرغ پرواز، آزاد نہیں رہتا، اس لئے جب اہل شوریٰ دور تر مسائل پر کمند فکر ڈالتے ہیں تو مسائل خود گرفتاری کی پیشکش کرتے ہیں

زندگی کی ابتداء سے مشورے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، انسان کے پاس متقدمین کی علمی وراثت کے طور پر جتنا سرمایہ محفوظ ہے ان سب میں مشورہ کی افادیت و اہمیت پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ دماغ، روشن ضمیر اور باکردار انسانوں کا صحیح حق ہے، مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ اور تاریک ہو لیکن جب وہ روشن دماغ اور باکردار انسانوں کی عقل کی قندیلوں کے درمیان رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے تمام پہلو روشنی میں آجاتے ہیں، تاریکیاں کافور ہونے لگتی ہیں، گتھیاں سلجھ جاتی ہیں، اور بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشورہ ہر شخص کو نہیں جاتا، بلکہ دنیا کے باشعور انسان اپنی قیمتی رائے کا اظہار صرف انہی لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جن پر انھیں اعتماد ہو، اچھا مشورہ بازار علم و فن کا وہ قیمتی جوہر ہے جس کی قیمت کا اندازہ صرف جوہری ہی کر سکتا ہے۔ نیز اہل عقل کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ مشورہ ہر معاملے میں نہیں کیا جاتا۔ جو معاملات طے شدہ ہوں، جن باتوں کی مذہب میں وضاحت کر دی گئی ہو یا جو چیزیں عقل انسانی کی کسوٹی پر آکر نکھر چکی ہوں، ان کے سلسلے میں مشورہ نہ صرف یہ کہ بے ضرورت بلکہ تضیع اوقات ہے۔ ہاں اگر مسئلہ میں خفا ہے تو وہاں مشورہ نہ کرنا اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم رکھنے کے مرادف ہے۔

تجاویز و سفارشات:

* صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اہم بنیاد یہ ہے کہ عزمت میں مذکور عزم کے معنی مرادی کے تعین میں حضور اکرم صہ کی بیان فرمودہ تغیر، اور عام مفسرین کرام کی بیان کردہ تشریحات کی پابندی کی جائے اور اگر مفہوم لغوی کے گی توسع کے مطابق ایسے معنی مراد لیے جائیں جو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منصب سب سے بالاتر منصب ہے اور کمالات انسانیت میں اس کا کوئی بدل نہیں یہ خالص عطیہ خداوندی ہے اس لیے اگر عزم کے معاملہ میں پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو خصوصیت کے پیش نظر اہل مشورہ پر فوقیت حاصل ہو تو اس میں کوئی استعباد نہیں لیکن عزم کے اس معنی مرادی کو دیگر امراء و سلاطین کے حق میں عام کرنا درست نہ ہوگا۔

*مشورہ کرنے سے من جانب اللہ حق اور صحیح بات کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ مشورے سے معاملے میں خیر و برکت ہوتی ہے اور وزن اور قوت آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی ہوتی ہے۔ کسی معاملے میں مشورہ کرنے اور اس پر کھل کر گفتگو کرنے سے اس کے مثبت و منفی پہلو سامنے آتے ہیں جس سے مثبت پہلو کو اپنا کر اس کے منفی پہلو سے بچ جانے سے نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔

*مشورے سے کام کی نئی نئی راہیں نکلتی ہیں اور کام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنے سے رائے عامہ کا اعتماد اور تعاون حاصل ہوتا ہے۔ مشورہ کرنے سے اعلیٰ رہنمائی اور رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ مشورہ کرنے سے صحیح غور و فکر اور درست نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔ مشورے سے یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور صبر و تحمل کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ مشورے کے بعد کام میں اگر کوئی کمی رہ جائے تو بھی انسان نفس اور لوگوں کی ملامت سے بچ جاتا ہے۔

*مشورہ کرنے سے لوگوں میں خوش گوار برادرانہ تعلق مستحکم ہوتا ہے۔

*مشورے سے رویوں کا جائزہ لے کر انسان کو مناسب تبدیلی پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ مشورے سے خود اعتمادی اور مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ مختلف آراء کے سامنے آنے سے صحیح رائے قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

*اسلام میں ملوکیت کا کوئی تصور نہیں، باہمی مشاورت سے، مطلق العنانی اور تعصب ختم ہو جائے گا۔

*بعض اوقات انسان انفرادی طور پر ایسا فیصلہ کر دیتا ہے جس سے اس کو شرمندگی ہوتی ہے اور مشاورت سے ندامت سے بچ جاتا ہے۔ مشاورت سے آزادی رائے اور محاسبہ بھی ہوتا ہے جب مشاورت کا اجلاس ہوتا ہے تو رعایا بلا خوف و خطر اپنے امیر کے کردار اور گفتار پر اعتراض کر سکتی ہے جس سے حکمرانوں کا محاسبہ ہوتا ہے۔

*سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کو سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے اور غیر منصوص مسائل کو بغیر مشاورت کے سمجھنا دشوار ہے۔

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)](https://creativecommons.org/licenses/by-nc-sa/4.0/)